تین قرآنی آیات: امام ابو عمروؒ کی قراءت کے تفسیری اثرات

3 Quranic Verses:The Interpretive Effects Of the Recitation of Imam Abu Amr

Open Access Journal
Qtly. Noor-e-Marfat
eISSN: 2710-3463
pISSN: 2221-1659
www.nooremarfat.com
Note: All Copy Rights are Preserved.

Qari Abdul Nasir
Ph.D. Research Scholar, The University of Faisalabad.
E-mail:qariabdulnasir6@gmail.com
Dr. Syed Asad Ali Kazmi
Ph.D. Pesrian Language & Literature, University of Tehran.
E-mil: hijjab_saak@yahoo.com

Abstract: Imam Abu Amr al-Basri is counted among the ten consecutive recitations and he is the only one who has the consensus of the scholars to be a pure Arabic. He was a just, trustworthy and an ascetic man who was devoted to spend his wealth for good deeds. He was well versed in sciences such as recitation, dictionary, history, genealogy and poetry. His recitation is easy, heartwarming and beyond difficulty. He was the most knowledgeable of the Qur'an and Arabic lexicon among his contemporary scholars and famous readers. However, in some verses there is a difference between his recitation and the recitation of other reciters.

While providing a brief introduction of Imam Abu Amr, this article interprets the literal and terminological meaning of reciting the Qur'an. Keeping in mind the famous recitation of seven reciters and especially the recitation of Imam Abu Amr, it then discusses three verses of the Holy Qur'an. Two of these verses are related to Qur'anic verbs (افعال) and the third verse is related to Qur'anic plural noun (اسم جمع). These verses are generally disputed by the commentators.

In order to easily understand the interpretive effects of the difference of recitation in the selected verses, four different steps have been taken in the light of the sayings of reliable commentators:

1. After translating the related verse, the difference of the ten reciters is mentioned.
2. The meanings and concepts of recitations is explained in different Qur'anic words.
3. The interpretive effects caused by the differences of recitations is resolved.
4. At the end of each verse, a brief but comprehensive analysis is presented so that the scholars, those who have a taste for the knowledge of recitations, and especially the readers can understand the interpretive effects of the desired verses at any stage. There was no difficulty in explaining, reading and teaching.

Keywords: Abu Amr Basri, Recitation, Seven Recitations, Qur'an, Commentary.

خلاصہ

امام عمرو بصریؒ کا شمار قرّاء عشرہ متواترہ میں سے ہوتا ہے اور صرف آپ ہی ایک ایسے قاری ہیں جن کے خالص عربی ہونے پر علماء کا اجماع ہے۔ آپ ایک عادل، معتبر، زاہد اور نیک کاموں پر اپنا مال خرچ کرنے والے ایسے فرد تھے جو قراءت ،لغت، تاریخ، انساب اور شعر و ادب جیسے علوم میں مکمل مہارت رکھتے تھے۔ آپ کی قراءت آسان، دل نشین اور تکلف سے بالاتر ہے۔ آپ اپنے ہمعصر علماءِ کرام اور مشہور قراء حضرات میں سب سے زیادہ قرآن اور عربی لغت کو جاننے والے تھے۔ مع الوصف، بعض آیات میں آپ کی قراءت اور دیگر قرّاء کی قراءت میں اختلاف پایا جاتا ہے۔

اس مقالہ میں آپ کا مختصر تعارف پیش کرنے کے ساتھ ساتھ ، قراءت قرآنیہ کا لغوی اور اصطلاحی معنی بیان کیا گیا ہے۔ اس کے بعد قراءِ سبعہ مشھورہ اور بالخصوص امام ابو عمرو بصریؒ کی قراءت کو خاطر میں لاتے ہوئے تین آیاتِ مبارکہ یعنی سورۃ الانعام کی آیات نمبر ۲۷، ۶۳، اور سورۃ التوبہ کی آیت نمبر ۱۷ کو موضوعِ بحث بنایا گیا۔ ان میں سے دُو آیات کا تعلق قرآنی کلمات (افعال) سے اور تیسری آیت کا تعلق قرآنی الفاظ (اسمِ جمع) سے ہے۔ ان آیات میں عام طور پر مفسرینِ کرام نے اختلاف کیا ہے۔ منتخب شدہ آیاتِ مبارکہ میں اختلافِ قراءات کے تفسیری اثرات کو بآسانی سمجھنے کے لئے قابلِ اعتماد مفسرینِ کرام کے اقوال کی روشنی میں چار مختلف مرحلوں سے گزارا گیا ہے:

1. پہلے مرحلہ میں مطلوبہ آیت کا ترجمہ کرنے کے بعد قراءِ عشرہ کا اختلاف ذکر کیا گیا۔
2. دُوسرے مرحلہ میں مختلف فیہ قرآنی کلمہ میں قراءات کے معانی اور مفاہیم کو بیان کیا گیا۔
3. تیسرے مرحلہ میں اختلافِ قراءات کی وجہ سے رُونما ہونے والے تفسیری اثرات کو بیان کیا گیا۔
4. اور چوتھے مرحلہ میں ہر آیتِ کریمہ کے آخر میں مختصر مگر جامع انداز میں تجزیہ و تحلیل پیش کیا گیا ہے تاکہ اہلِ علم، علم القراءات سے ذوق رکھنے والے اور خاص کر قارئین کے لئے کسی بھی مرحلے میں مطلوبہ آیاتِ مبارکہ کے تفسیری اثرات کو سمجھنے، سمجھانے، پڑھنے اور پڑھانے میں کوئی دقت پیش نہ آئے۔

کلیدی کلمات: ابو عمرو بصریؒ، قراءت، قرّاء سبعہ، قرآن، تفسیر۔

امام ابو عمروؒ کا تعارف

امام عمرو البصریؒ کا نام زبّان بن العلاء بن عمار بن عریان بن عبداللہ بن الحسین بن الحارث ہے۔ ان کے والد کا نام علاء اور دادا کا نام عمار ہے۔ آپ کے دادا عمار حضرت علی المرتضی علیہ السلام کے اصحابِ خاص میں سے تھے۔ اور قرّاء عشرہ متواترہ میں سے صرف آپ ہی ایسے ہیں جن کے خالص عربی ہونے پر علمائے کرام کا اجماع ہے۔ اسی وجہ سے آپ کو مازنی بھی کہا جاتا ہے، مازن عرب کا ایک معروف علاقہ ہے اور اسی طرف نسبت دیتے ہوئے آپ کے دادا کو بھی مازنی کہا جاتا تھا۔ آپؒ خلیفہ عبدالملک بن مروان کے عہد میں ۸۷ ہجری میں مکہ مکرمہ میں پیدا ہوئے۔[1] اور بصرہ شہر میں آپ کی پرورش ہوئی۔ آپ عادل، معتبر، زاہد، اچھے کاموں میں مال خرچ کرنے والے، قراءت، لغت، تاریخ، انساب و اشعار وغیرہ علوم میں مہارتِ تامہ رکھتے تھے، اس کے باوجود خود فرماتے ہیں کہ میں نے قرآنِ مجید میں ایک حرف بھی نقل کے بغیر اپنی رائے سے نہیں پڑھا۔

آپ کی قراءت آسان، دل نشین اور تکلف سے بالاتر ہے، جب مدینہ منورہ تشریف لے گئے تو علماء کے ساتھ ساتھ دیگر عوام الناس بھی آپ سے قراءاتِ قرآنیہ پڑھنے کے لئے ایک دُوسرے پر سبقت کرنے لگے تھے۔ یہاں تک کہ جس شخص نے آپ سے استفادہ نہ کیا ہوتا، اہلِ مدینہ اسے قاری قرآن شمار نہیں کرتے تھے۔

آپ طبقہ چہارم میں سے تھے۔ قرّاءِ سبعہ میں ان سے بڑھ کر کوئی متقی اور ماہر قاری نہیں تھا۔ آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے جلیل القدر صحابی رسول حضرت انس بن مالکؓ وغیرہ سے قراءت سننے کے ساتھ ساتھ پڑھی بھی تھی، اور انہوں نے بہت سے کبار تابعینِ کرام سے بھی قرآنِ کریم پڑھا۔ حضرت حسن البصریؒ اور امام عبداللہ بن کثیر المکیؒ وغیرہ کا شمار اُن کے مشہور اساتذہ میں ہوتا ہے۔ آپ اپنے ہمعصر علماءِ کرام اور مشہور قراء حضرات میں سب سے زیادہ قرآن اور عربی لغت کو جاننے والے تھے۔ اور اپنے وقت کے بہت زیادہ عبادت گزار اور صاحبِ کرامت بھی تھے۔[2]

امام ابو عمرو بن العلاء البصری رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کی قراءت تین مختلف واسطوں سے حضور ﷺ تک پہنچتی ہے۔ آپؒ نے امام ابو جعفر الیزیدی سے، انہوں نے حضرت سیدنا عمر فاروق اور حضرت اُبی بن کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے، ان دُونوں نے حضرت محمدِ مصطفیٰ ﷺ سے اِکتسابِ فیض کرنے کے ساتھ ساتھ قراءات قرآنیہ بھی حاصل کیا۔ امام ابو عمرو البصری رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے ۱۵۴ ہجری میں عباسی خلیفہ عبدالملک بن مروان کے بیٹے خلیفہ منصور کے عہد میں ۸۶ سالگی کی عمر میں کوفہ میں وفات پائی۔ نوّراللہ مرقدہ[3]

قراءۃ کا لغوی مفہوم

لفظِ قراءات "قَرَءَ یَقرَءُ قِرَائۃ" کا مصدرِ سماعی ہے۔ اس کا معنی پڑھنا ہے۔[4] اہلِ لغت نے قراءت کی تعریف

مختلف الفاظ میں بیان کی ہے۔ امام راغب الاصفہانیؒ (المتوفی: ۵۰۲ھ) فرماتے ہیں:

"القراءةُ ضَمُّ الْحُرُوفِ وَالكَلِمَاتِ بَعضُهَا اِلیٰ بَعضٍ فِی التَّرْتِیْلِ"[5]

یعنی ترتیل کے ساتھ بعض حروف اور کلمات کو بعض کے ساتھ ملا دینے کو قراءت کہا جاتا ہے۔" قرآنِ حکیم میں سورۃ القیامہ کی آیت نمبر: ۱۷-۱۸میں اللہ تعالیٰ عزوجل نے اسی طرف اشارہ فرمایا: "إِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ فَإِذَا قَرَأْنَاهُ فَاتَّبِعْ قُرْآنَهُ (75: 17-18) یعنی: " بے شک اس کا جمع کرنا اور اس کا پڑھنا ہمارے ذمہ ہے۔ پھر جب ہم اسے پڑھ چکیں تو آپ اس پڑھے ہوئے کی پیروی کیا کریں۔"

امام اللغت محمد بن یعقوب الفیروز آبادیؒ (المتوفی: ۸۱۷ھ) تحریر کرتے ہیں:

"اَلْقُرْآنُ اَلتَّنْزِیْلُ، قراءة وقرآنا، فهو قارى من قراءة وقُرّاء وقارئين تلاه"[6]

یعنی: "قرآن سے مراد تنزیل ہے قراءت اور قرآن سے پڑھی ہوئی چیز مراد ہے قراءت کا مفہوم ہو یا قراء کا مفہوم یا قارئین کا مطلب ہو ان سب کا مقصد تلاوت ہے۔"

یہ بات بھی ثابت شدہ ہے کہ اکثر علماء کے اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ لفظِ قراءت ایک جامع لفظ ہے کہ جس میں ملانا، جمع کرنا اور تلاوت کرنا سب شامل ہیں۔ بنابریں، قراءت کا لفظ ایک جامع اور عام لفظ ہے جس کے اندر مختلف معانی پائے جاتے ہیں جیسے ملانا، جمع کرنا، پڑھنا۔ لغتِ عرب میں عرف کے اعتبار سے قاری اس شخص کو کہا جاتا ہے جو عبادت گزار اور پرہیز گار ہو۔ اسی طرح: "قَرَءَ يَقرَءُ" کا مصدر "قراءةٌ" کے علاوہ "قرآن" بھی آتا ہے، چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے: اِنَّ عَلَيْنَا جَمْعَهُ وَقُرْآنَهُ (17:75) ترجمہ: " بے شک اس کا جمع کرنا اور اس کا پڑھنا ہمارے ذمہ ہے۔ "پھر عربی زبان میں کبھی کبھار مصدر کو اسمِ مفعُول کے معنی اور مفہوم میں استعمال کیا جاتا ہے۔ کلامُ اللہ کو "قرآن" اسی معنی میں لیا گیا ہے یعنی پڑھی گئی کتاب۔[7]

قراءۃ کا اصطلاحی مفہوم

علمائے کرام نے قراءت کے مختلف اصطلاحی مفہوم بیان کیے ہیں۔ اُن میں سے امام ابن حجر العسقلانیؒ (المتوفی: ۸۵۲ھ) نے اپنی کتاب "لطائف الاشارات لفنون القراءات" میں درج ذیل توضیحات بیان کی ہیں:

"عِلْمٌ يُعْرَفُ مِنْهُ اِتِّفَاقُ النَّاقِلِيْنَ لِكِتَابِ اللهِ، وَاخْتِلافِهِمْ فِيْ اللُّغَةِ وَالاِعرَابِ وَالْحذْفِ وَالْاِثْبَاتِ وَالتَّحرِيْكِ وَالْاِسْكَانِ وَالْفَصْلِ وَالْاِتِصَالِ وَغيرِ ذالِكَ مِنْ هَيْئَةِ النُّطْقِ وَالْاِبدَالِ مِنْ حَيْثُ السِمَاعِ، اَوْ هِیَ عِلْمٌ بِكَيْفِيَةِ أَدَاءِ كَلِمَاتِ الْقُرْآنِ وَاخْتِلافِهَا مَعْزُوًا اِلیٰ نَاقِلِهِ"[8]

یعنی: " قراءات ایسا علم ہے جس کی وجہ سے معلوم ہوتا ہے نقل کرنے والوں کا متفق ہونا اللہ تعالیٰ کی کتاب

میں اور اُن کا اختلاف کرنا لغت اور اعراب میں اور حذف اثبات میں، حرکت و سکون میں اور جدا کرنا اور ملانے میں اور ان کے علاوہ جو بھی بولنے اور ابدال کے قبیل سے ہو سماع کی حیثیت سے۔ یا یہ تعریف ہے کہ اس علم کا تعلق قرآنی کلمات کے ادا کرنے کے ساتھ ہو اور اس سے اختلاف کرنا نقل کرنے والے کی طرف نسبت ہو تو وہ قراءت ہے۔"

امام عبدالعظیم الزرقانیؒ (المتوفی: ۱۳۶۷ھ) قراءات قرآنیہ کی اصطلاحی تعریف کرتے ہوئے بیان فرماتے ہیں:

"مَذهبٌ يُذهبُ اِلَيْهِ اِمام من ائمةِ القراءِ مخالفًا به غيره فی النطقِ بالقرآنِ الكريمِ، مع اتفاقِ الرواياتِ والطرقِ عنه، سواء كانتِ المخالفةُ فِی نطقِ الحروفِ أم فِی نطقِ هيئاتها"[9]

یعنی: "حقیقت میں قرائے کرام کے ائمہ میں سے کچھ لوگوں نے مخالفت کرتے ہوئے کہا کہ ہم فی النطقِ بالقرآنِ میں ان کے ساتھ نہیں۔ البتہ مختلف روایات اور طریقوں میں ان کے ساتھ ہیں برابر ہے کہ یہ مخالفت نطقِ حروف کے قبیل سے ہو یا نطق کیفیت کے قبیل سے ہو۔"

قراءات کے اصطلاحی مفہوم کو مزید آسان الفاظ میں بیان کرتے ہوئے علامہ عبد الفتاح القاضیؒ (م ۱۴۰۳ھ) لکھتے ہیں:

"هُوَعلمٌ يُعْرَف به كيفية النطقِ بالكلماتِ القرآنيةِ،وطريقِ ادائها اِتفاقاً وَاختلافًا،مَع عزوِ كُلِ وَجْهٍ الیٰ نَاقِلِه"[10]

ترجمہ: " قراءات وہ علم ہے جس کے ذریعے سے قرآنی کلمات کے نطق کی کیفیت اور ان کو ادا کرنے کا طریقہ معلوم کیا جاتا ہے؛ چاہے وہ اتفاقی ہو یا اختلافی۔ اور خوش اسلوبی کے ساتھ ہر طریقے کو اُس کے ناقل کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔"

پہلی آیت

اِس مقالہ میں جن آیات میں قراءات کے اختلاف کو موضوع بحث بنایا گیا ہے ان میں پہلی آیت سورۃ الانعام کی آیت نمبر ۲۷ ہے جس میں موجود کلماتِ قرآنی کا تعلق فعلِ مضارع کے قبیل سے ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَوْتَرَىٰٓ إِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ فَقَالُوْا يَالَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِآيَاتِ رَبِّنَا وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ (27:6)

ترجمہ: "اور کاش آپ دیکھیں ان کو جب یہ کھڑے کیے جائیں گے آگ پر تو کہیں گے اے کاش! ہم لوٹا دئے جائیں دنیا میں دُوبارہ اور نہ ہم جھٹلائیں گے اپنے رب کی آیات کو اور ہم ہو جائیں گے مومنوں میں سے۔"[11]

1۔ اختلافِ قراءات

اس آیت میں (وَلَانُكَذِّبَ... وَنَكُوْنَ) میں دو مختلف قراءات ہیں:

1۔ باء اور نون دونوں کو مرفوع پڑھا گیا ہے۔ یہ امام ابو عمرو بصری اور دیگر قراء حضرات کی قراءت ہے۔
2۔ باء اور نون۔ دونوں کو منصوب پڑھا گیا ہے۔ یہ امامِ حمزہ الکوفی، امامِ یعقوب الحضرمی اور سیدنا حفص کی قراءت ہے۔[12]
3۔ نون کو منصوب اور باء کو مرفوع پڑھا گیا ہے۔ یہ ابن عامر کی قراءت ہے۔
عظیم مفسر قرآن شیخ طوسیؒ (المتوفی: ۴۶۰ھ) نے قراءات کے اِس اختلاف کی طرف ان الفاظ میں اشارہ کیا ہے:

قرأ حمزة ويعقوب وحفص "ولا نكذب... ونكون" بالنصب فيهما، وافقهم ابن عامر في " ونكون " الباقون بالرفع فيهما... وهذا الوجه الذي اختاره أبو عمرو في قراءة جميع ذلك بالرفع---[13]

جناب شیخ طوسیؒ (المتوفی: ۴۶۰ھ) فرماتے ہیں کہ حمزہ، یعقوب اور حفص نے (ولانكذّب ـو نكون) میں ہر دو کو نصب کے ساتھ پڑھا ہے اور ابن عامر نے "و نكون" میں ان کے ساتھ موافقت کی ہے۔ لیکن باقی قرّاء نے دونوں جگہ فعل مضارع کو رفع کے ساتھ قراءت کیا ہے۔ اور ابو عمرو نے اِن دونوں میں رفع کی قراءت کا انتخاب کیا ہے۔
یہاں شیخ طوسیؒ نے امام ابو عمرو کی طرف یہ نسبت بھی دی ہے کہ انہوں نے یہاں "امالہ" کیا ہے:

وقوله " ولو ترى إذ وقفوا على النار" أمال في الموضعين أبو عمرو وغيره وهي حسنة في أمثال ذلك، لان الراء بعده الألف مكسورة وهو حرف كأنه مكرر في اللسان فصارت الكسرة فيه كالكسرتين، فحسن لذلك الإمالة.[14]

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ کے اس قول "و لو ترى اذ وقفوا على النار" میں ابو عمرو اور دوسروں نے دونوں مقامات پر امالہ کیا ہے۔ اور ایسے مقامات پر امالہ حسن ہے۔ کیونکہ را کے بعد الف مکسورہ ہو درحالیکہ یہ ایک حرف ہے تو گویا یہ زبان میں تکرار ہو رہا ہے۔ لہٰذا ایک کسرہ، دو کسروں جیسا ہوگا۔ اسی لئے امالہ کرنا حسن ہے۔"

2۔ معانی قراءاتِ قرآنیہ

ان قراءات کے مختلف معانی اور مفاہیم کے بیان میں امام القراء والمحققین امام ابنِ خالویہؒ (المتوفی: ۳۷۰ھ) کی عبارات مندرجہ ذیل ہیں:

"قولُهُ تعالىٰ: "وَ لانُكَذِّبَ بِآياتِ رَبِّنا وَ نَكُوْنَ" يقرءان بالرفع والنصب. فالحجةُ لمن قرأ بالنصب: أنه جعله جوابا للتمني بالواو، لأن الواو في الجواب كالفاء كقول الشاعر:

"لاتنه عن خلق وتأتي مثله　　　عار عليك إذا فعلت عظيم"

والحجةُ لمن رفع: أنه جعل الكلام خبرا. و دليله: أنهم تمنّوا الرد، ولم يتمنّوا الكذب. والتقدير: ياليتنا نرد، ونحن لانكذب بآيات ربنا ونكون. ويحتمل أن يكونوا تمنوا الرّد

والتوفيق. ومن التوفيق مع الردّ ترك الكذب."[15]

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ کا فرمان(وَلانُكَذِّبَ) والے فعلِ مضارع منفی کو رفع اور نصب دُونوں کے ساتھ پڑھا جا سکتا ہے۔ نصب کے ساتھ پڑھنے والے کی دلیل یہ ہے کہ اس نے اسے واو کے ذریعے "تَمَنِّیٰ" کا جواب بنایا ہے جو فاء کی طرح ہوتی ہے۔ جیسے شاعر کے قول: "لاتنه عن خلق وتأتي مثله۔۔۔ سے ظاہر ہے۔ اور رفع کے ساتھ پڑھنے والوں کی دلیل یہ ہے کہ اس نے اس کلام کو خبر بنایا ہے۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ انہوں نے لوٹ آنے کی تمنا کی ہے اور تقدیری طور پر عبارت:(ياليتنا نردُ،ونحنُ لانكذب بآيات ربنا ونكون) ہے۔ اور یہ بھی احتمال ہے کہ انہوں نے لوٹ آنے اور توفیق، دُونوں کی تمنا کی ہو، اور لوٹ آنے کے ساتھ جھوٹ چھوڑنا بھی توفیق شمار ہوتا ہے۔"

اس آیت کی مختلف قراءات کے معانی کے بیان میں شیخ طوسیؒ کا بیان درج ذیل ہے:

فمن قرأ بالرفع احتملت قراءته أمرين: أحدهما - أن يكون معطوفا على نرد، فيكون قوله: "نردّ ولا نكذب... ونكون" داخلا في التمني ويكون قد تمني الرد وألا يكذب وأن يكون من المؤمنين، وهو اختيار البلخي والجبائي والزجاج. والثاني - أن يكون مقطوعا عن الأول، ويكون تقديره يا ليتنا نرد ولا نكذب كما يقول القائل: دعني ولا أعود، أي فاني ممن لا يعود... وهذا الوجه الذي اختاره أبو عمرو في قراءة جميع ذلك بالرفع۔۔۔[16]

ترجمہ: "جس نے رفع کی صورت میں قراءت کی ہے اس کی قراءت میں دو امور کا احتمال پایا جاتا ہے:

ایک، یہ کہ ان کا "نردُّ" پر عطف ہو۔ یعنی اس کا یہ کہنا کہ "نردّ ولا نكذب... ونكون" تمنا میں داخل ہوگا۔ یعنی وہ لوگ یہ تمنا کریں گے کہ "لوٹائے جائیں، آیات الٰہی کی تکذیب نہ کریں اور مومنین میں شامل ہو جائیں۔" بلخی، جبائی اور زجاج کا مختار یہی ہے۔

دوسرا احتمال یہ ہے کہ یہ کلام، کلامِ اوّل سے مقطوع ہو اور تقدیر میں یوں ہو: يا ليتنا نرد ولا نكذب، یعنی اے کاش! ہم لوٹائے جائیں اور تکذیب نہ کریں۔ جیسے کہنے والے کا یہ کہنا کہ: "دَعْنِي وَلَا أَعُودُ" یعنی: مجھے چھوڑ دیں اور میں کبھی نہیں لوٹوں گا؛ یعنی میں کبھی لوٹنے والا نہیں ہوں۔۔۔ اور ابو عمرو نے سب جگہ رفع کی تلاوت میں اسی جہت کا انتخاب کیا ہے۔"

یاد رہے کہ ان توضیحات کو جب ہم سامنے رکھتے ہیں تو نصب والی قراء ت کی روشنی میں یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ قیامت والے دن اہلِ کفر کو جب جہنم کی آگ میں ڈالنے لگیں گے تو وہ بے ساختہ ہو کر یہ خواہش اور تمنیٰ کرنے لگیں گے کہ ہمیں کسی بھی طرح دُوبارہ دنیا میں بھیجا جائے تاکہ ہم آیاتِ خداوندی کو ماننے کے ساتھ

ساتھ ایمان والے بھی بن جائیں لیکن اس وقت اُن کی یہ بات: "خواب است و خیال است و جنون" والی ہو گی۔ کسی بھی صورت میں ان کی یہ دلی خواہش قابلِ قبول نہ ہو گی۔ اور وہ لوگ نارِ جہنم میں ہمیشہ رہیں گے۔
اور رفع والی قراءت کی بنیاد پر ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ جب منکرینِ حق کو جہنم کی آگ کی طرف لے جائے جائیں گے تو وہ جہنم کی ہولناکی اور تپش کو دیکھ کر کہنے لگیں گے کہ اے کاش ہمیں دنیا میں بھیجا جاتا اور اس کے نتیجے میں ہم نیک اعمال کرنے کے ساتھ ساتھ آیاتِ خداوندی کی تصدیق کرتے اور ان پر ایمانِ کامل بھی لاتے ہوتے، اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے فرمان بردار بندے بھی بن جاتے۔ اور یہ تشریح اس وقت کی جا سکتی ہے جب ہم رفع والی قراءت کی بنیاد پر تلاوت کریں گے۔

3۔ قراءات کے تفسیری اثرات

شیخ طوسیؒ (المتوفی: ۴۶۰ھ) نے قراءات کے تفسیری اثرات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے بہت ہی خوبصورت انداز میں دونوں قراءتوں کے دلائل کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے۔آپ کی عین عبارات درج ذیل ہیں:

واستدل أبو عمرو على خروجه من المتمني بقوله "وإنهم لكاذبون" فقال ذلك يدل على أنهم أخبروا بذلك عن أنفسهم، ولم يتمنوا، لان التمني لا يقع فيه الكذب وإنما يقع في الخبر دون التمني. ومن نصب "نكذب . . ونكون " أدخلهما في التمني ، لان التمني غير موجب، فهو كالاستفهام والأمر والنهي والعرض، في انتصاب ما بعد ذلك كله من الافعال إذا دخلت عليها الفاء أو الواو على تقدير ذكر المصدر من الفعل الأول، كأنه قال: يا ليتنا يكون لنا رد، وانتفاء للتكذيب وكون من المؤمنين. ومن نصب "ونكون" فحسب، ورفع "نرد ولا نكذب" يحتمل أيضا وجهين:
أحدهما - أن يكون داخلا في التمني، فيكون في المعنى كالنصب.
والثاني - انه يخبر على النيات أن لا يكذب رد أولم يرد.[17]

ترجمہ: "جناب ابو عمرو نے اس کلام کے تمنّی سے خارج ہونے پر ارشاد باری تعالیٰ: "وإنهم لكاذبون" کے ذریعے استدلال کیا ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آتشِ جہنم کے کنارے کھڑے لوگوں کی یہ گفتگو خود اُن کی حالت کا بیان اور اُس کے بارے میں اِخبار ہے؛ نہ کہ تمنا۔ کیونکہ تمنا میں جھوٹ نہیں پایا جاتا۔ یہ تو تمنا میں نہیں، خبر میں واقع ہوتا ہے۔ اور جنہوں نے "نكذب . . ونكون " کو نصب دیا ہے، انہوں نے ان دونوں کو تمنا میں داخل کیا ہے۔ کیونکہ تمنا غیر موجب کلام ہوتا ہے اور یہ استفہام، امر، نہی اور عرض وغیرہ کی مانند اپنے بعد میں آنے والے افعال کو جب ان پر فاء یا واو داخل ہو جائے تو نصب دیتے ہیں؛ پہلے فعل سے مصدر کے ذکر کی تقدیر پر۔ گویا یہ کہا گیا

ہے کہ: اے کاش! ہمارے پاس واپس لوٹنے اور تکذیب کے انتفاء اور مومنین میں شامل ہونے کا کوئی چارہ ہوتا۔ اور جس نے محض "ونکون" کو نصب دیا ہے اور "نرد ولا نکذب" کو رفع دیا ہے تو اس کی دو وجوہات محتمل ہیں:

ایک، یہ کہ یہ کلام تمنا میں داخل ہو تو یہ معنی میں نصب کی مانند ہوگا۔

دوسرا، یہ کہ یہ نیتوں کے بارے میں خبر ہو کہ انہیں لوٹایا جائے یا نہ لوٹایا جائے، وہ تکذیب نہیں کریں گے۔"

مذکورہ بحث کو جامع انداز میں علامہ جمال الدین محمد الجوزی ؒ (المتوفی: ۵۹۷ھ) نے تحریر کرنے کی سعی فرمائی ہے جو درج ذیل ہیں:

"قوله تعالیٰ: وَلانُكَذِّبَ بِآياتِ رَبِّنا قرأ ابن كثير، ونافع، وأبوعمرو، والكسائي، وأبوبكر عن عاصم برفع الباء من"نكذبُ"والنون من"نكونُ". قال الزجاج: والمعنى أنهم تمنَّوا الرد، وضمنوا أنهم لايكذِّبون. والمعنى: ياليتنا نُرَدُّ، ونحن لانكذب بآيات ربِّنا، رُدِدْنا أو لم نُردَّ، ونكون من المؤمنين،لأنّا قد عاينّا مالانكذب معه أبداً. قال: ويجوز الرفع على وجهٍ آخرَ،علىٰ معنى"ياليتنا نرد"، ياليتنا لانكذب،كأنهم تمنوا الرد والتوفيق للتصديق"[18]

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے فرمان: (وَلانُكَذِّبَ) کو ابنِ کثیر مکی، نافع مدنی، ابو عمرو بن العلاء، کسائی اور ابو بکر نے عاصم سے نقل کرتے ہوئے باء کے رفع کے ساتھ "نكذبُ" اور "نكونُ" کو نون کے رفع کے ساتھ پڑھا ہے۔ اور علامہ زجاج کہتے ہیں: مذکورہ کلام کا معنی یہ ہے کہ کافروں نے لوٹنے کی تمنا کی ہے اور یہ ضمانت دی ہے کہ وہ آیات الٰہی کو نہیں جھٹلائیں گے اور مطلب یہ ہوگا کاش ہمیں لوٹایا جائے۔ اور ہم اپنے رب کی آیات تردید نہیں کرتے؛ چاہے ہمیں لوٹایا جائے یا نہ لوٹایا جائے اور ہم مومنین میں سے ہیں اس لیے کہ ہم نے اس چیز کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا جس کے مشاہدہ کے بعد ہم کبھی بھی آیات الٰہی کو نہیں جھٹلائیں گے۔ علامہ جوزی نے فرمایا کہ ایک اور صورت میں رفع پڑھنا جائز ہے یعنی "يالَيْتَنا نُرَدُّ" اور "ياليتنا لانكذب" کے معنی میں۔ گویا انہوں نے لوٹنے اور تصدیق کی توفیق کی تمنا کی ہے۔"

علامہ محمد بن علی الشوکانی ؒ (المتوفی: ۱۲۵۰ھ) نے بھی اپنی مشہور تفسیر "فتح القدیر" میں مطلوبہ آیتِ مبارکہ کے اختلافِ قراءات کے تفسیری اثرات کو مدِ نظر رکھتے ہوئے بہت ہی خوبصورت انداز میں دونوں قراءت وں کو تفصیل کے ساتھ بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ موصوف ؒ نے سب سے قبل مرفوع والی قراءت کی توضیح اور اس کے بعد منصوب والی قراءت کی تشریح کی جو درج ذیل ہیں:

"قَوْلُهُ تَعَالَىٰ: "وَلا نُكَذِّبَ بِآيَاتِ رَبِّنا" أَيِ الَّتِي جَاءَنَا بِهَا رَسُولُهُ صَلّىٰ اللهُ عَلَيْهِ وَ آله و سَلَّمَ وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ بِهَا، الْعَامِلِينَ بِمَا فِيهَا،اِلْأَفْعَالُ الثَّلَاثَةُ دَاخِلَةٌ تَحْتَ التَّمَنِّي: أَيْ تَمَنَّوُا

الرَّدَّ،وَأَنْ لَايُكَذِّبُوا،وَأَنْ يَكُونُوا مِنَ الْمُؤْمِنِينَ بِرَفْعِ الْأَفْعَالِ الثَّلَاثَةِ كَمَا هِيَ قِرَاءَةُ الْكِسَائِيِّ وَأَهْلِ الْمَدِينَةِ وَشُعْبَةَ وَابْنِ كَثِيرٍ وَأَبِي عَمْرٍو.
وَقَرَأَ حَفْصٌ وَحَمْزَةُ بِنَصْبِ نَكْذِبَ وَنَكُوْنَ بِإِضْمَارِ أَنْ بَعْدَ الْوَاوِ عَلَىٰ جَوَابِ التَّمَنِّي،وَاخْتَارَ سِيبَوَيْهِ الْقَطْعَ فِيْ وَلَانُكَذِّبَ فَيَكُوْنُ غَيْرَ دَاخِلٍ فِيْ التَّمَنِّي،وَالتَّقْدِيرُ: وَنَحْنُ لَانَكْذِبُ عَلَىٰ مَعْنَىٰ الثَّبَاتِ عَلَىٰ تَرْكِ التَّكْذِيبِ: أَيْ لَانَكْذِبُ رَدَدْنَا أَوْ لَمْ نُرَدُّ،قَالَ: وَهُوَمِثْلُ دَعْنِي وَلَا أَعُودُ: أَيْ لَاأَعُودُ عَلَىٰ كُلِّ حَالٍ تَرَكْتَنِي أَوْ لَمْ تَتْرُكْنِي. وَاسْتَدَلَّ أَبُوعَمْرِو بْنُ الْعَلَاءِ عَلَىٰ خُرُوجِهِ مِنَ التَّمَنِّي بِقَوْلِهِ: وَإِنَّهُمْ لَكَاذِبُوْنَ لِأَنَّ الْكَذِبَ لَايَكُوْنُ فِيْ التَّمَنِّي. وَقَرَأَ ابْنُ عَامِرٍ وَنَكُوْنَ بِالنَّصْبِ وَأَدْخَلَ الْفِعْلَيْنِ الْأَوَّلَيْنِ فِيْ التَّمَنِّي"[19]

ترجمہ: "اللہ سبحانہ وتعالیٰ کا فرمان: (وَلانُكَذِّبَ بِآياتِ رَبِّنا) یعنی وہ آیات جنہیں ہمارے پاس رسولِ اکرمؐ لے کر آئے ہم ان پر ایمان لاتے ہیں ان میں موجود احکام پر عمل کرتے ہیں۔ تینوں افعال تمنی (دلی خواہش) کے تحت داخل ہیں یعنی لوٹ آنے کی تمنا کرتے ہیں اور یہ کہ جھوٹ نہ بولیں اور مومنین میں شامل ہونے کی تمنا۔ تینوں افعال کو رفع کے ساتھ پڑھتے ہوئے جیسا کہ امام کسائی، اہلِ مدینہ، امامِ شعبہ، ابنِ کثیر اور امام ابو عمرو بصری کی قراءت یہی ہے۔

اور حفصؒ اور حمزہؒ نے واو کے بعد "اَن" کو تقدیر میں رکھ کر "نکذب" اور "نکون" کو نصب کے ساتھ پڑھا ہے اور تمنا کو جواب بنایا ہے۔ اور سیبویہؒ "ولا نکذّب" میں قطع کا انتخاب کرتے ہوئے اسے الگ کلام قرار دیا ہے۔ لہٰذا یہ تمنی کے جواب کے تحت داخل نہیں ہوگا۔ اور تقدیر میں کلام " وَنَحْنُ لَانَكْذِبُ " بمعنی تکذیب ترک کرنے پر ثابت قدمی ہے۔ یعنی ہم اپنے لوٹنے کو نہیں جھٹلاتے، چاہے ہم لوٹائے جائیں چاہے نہ لوٹائے جائیں۔ سیبویہ کا کہنا ہے کہ: یہ ایسے ہے جیسے کوئی کہے: " دَعْنِي وَلَا أَعُودُ" یعنی: میں کبھی نہیں لوٹوں گا؛ یعنی کسی حال میں بھی نہیں لوٹوں گا تو مجھے چھوڑے یا نہ چھوڑے۔ اور ابو عمرو بن العلاء نے اس کے تمنی سے نکلنے پر " وَإِنَّهُمْ لَكَاذِبُوْنَ" کے ذریعے دلیل دی ہے کیونکہ تمنا میں جھوٹ نہیں ہوتا اور امام ابنِ عامر "ونکونَ" نصب کے ساتھ پڑھا ہے اور پہلے دونوں افعال کو تمنا کے تحت داخل کیا ہے۔"

اور حضرت اُبی بن کعب نے ہمیشہ (وَلَانُكَذِّبُ بِآيَاتِ رَبِّنَا) پڑھا ہے اور حضرت ابی بن کعبؓ اور حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ نے فاء اور نصب کے ساتھ (يَالَيْتَنَا نُرَدُّ فَلَا نُكَذِّبَ) پڑھا ہے اور فاء کے ذریعے تمنی کے جواب میں نصب دیا جاتا ہے جیسا کہ امام الزجاج نے کہا ہے۔ بعض علمائے کرام سے یہ اقوال بھی ملتے ہیں: اکثر بصریین کے نزدیک تمنی کے جواب میں صرف فاء ہی آئے گا۔ مطلب یہ ہے کہ ان کی یہ دلی خواہش سچی

نیت اور خالص اعتقاد سے نہیں تھی بلکہ یہ کسی دُوسرے سبب کی وجہ سے تھی۔ وہ یہ کہ جو وہ چھپاتے تھے وہ ظاہر ہوگیا یعنی وہ شرک کا انکار کریں گے اور جان لیں گے کہ وہ اپنے شرک کی وجہ سے ہلاک ہوئے تو وہ پھر گئے تمنی اور جھوٹے وعدوں کی طرف اور کہا گیا ہے کہ ظاہر ہوگا ان کے لیے وہ جو وہ پوشیدہ رکھتے تھے، جو انہوں نے نفاق اور کفر کیا ہوگا تو ان کے جسم کا ایک ایک حصہ ان کے خلاف گواہی دے گا۔ مطلب یہ ہے کہ مذکورہ آیتِ مبارکہ میں دُونوں قراءات متواترہ کی بنیاد پر اہلِ کفر جب جہنم کی طرف جارہے ہوں گے تو اُن کی یہ دلی خواہش ہوگی کہ کسی بھی طرح سے ان کو دُوبارہ زندگی دے کر دنیا میں بھیجا جائے تاکہ وہ توبہ و تائب ہو کر اسلام قبول کرنے کے ساتھ ساتھ پختہ ایمان والے بن جائیں۔

4۔ تبصرہ

قرآنِ مجید کی سورۃ الانعام کی آیت نمبر ۲۷: "وَلَانُكَذِّبَ بِآيَاتِ رَبِّنَا وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ" میں اختلاف قراءات کا تذکرہ کرتے ہوئے یہ کہیں گے کہ اس آیتِ مبارکہ کے فعل "وَلانَكذّب" میں دُونوں قراءت یں، سبعہ متواترہ میں سے تعلق رکھتی ہیں۔ خواہ رفع والی قراءت ہو یا نصب والی۔ دُونوں کے اعتبار سے معانی اور مفاہیم میں زیادہ فرق رونما نہیں ہوتا بلکہ اس سے اعجازِ قرآنی میں اور مضبوطی پیدا ہوتی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جب منکرینِ حق اور کفار کو قیامت والے دن جہنم کی آگ میں ڈالے جائیں گے تو دانستہ طور پر اور بتکلف کہیں گے: " اے کاش! ہمیں دنیا میں دُوبارہ لوٹا دئے جائیں تاکہ ہم اللہ پاک کی آیاتِ بینات اور دیگر احکاماتِ اسلام پر عمل پیرا ہو سکیں اور صحیح معنوں میں ہم بیک زبان ہو کر ایمان والے بن جائیں گے اور کفر سے لاتعلق ہو جائیں گے۔"

یاد رہے کہ اہلِ کفر کے لیے دنیا جنت اور آخرت قید خانہ کی مانند ہے اور اہلِ ایمان کے واسطے دنیا قید خانہ جبکہ آخرت اصل ٹھکانہ ہے، معلوم ہوا ہے کہ ایمان والے اور کافر دُونوں مختلف اذہان کے مالک ہیں، لہٰذا ان میں سے ہر ایک کی دلی خواہش بھی مختلف اور الگ تھلگ ہی ہے۔ ایمان والے خوشی سے جنت میں ہوں گے جبکہ منکرینِ حق بہر حال پریشانی اور کرب میں مبتلا رہیں گے ان شاء اللہ تعالیٰ۔

دوسری آیت

دُوسری بحث میں سورۃ الانعام کی آیت نمبر ۶۳ کو امام ابو عمرو بصریؒ کی قراءت کے تفسیری اثرات کے بیان کے لیے منتخب کیا گیا ہے جس کا تعلق قرآنی الفاظ کے فعلِ مضارعِ معروف کے قبیل سے ہے:

قُلْ مَنْ يُنَجِّيْكُمْ مِنْ ظُلُمَاتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ تَدْعُوْنَهُ تَضَرُّعًا وَخُفْيَةً لَئِنْ أَنْجَانَا مِنْ هَذِهِ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشَّاكِرِيْنَ

ترجمہ: "کہہ دیجیے کون ہے جو نجات دیتا ہے تمہیں خشکی اور سمندر کے اندھیروں سے، تم پکارتے ہو اسے

عاجزی سے اور چپکے سے پکارتے ہو۔ البتہ اگر اس نے نجات دی ہمیں اس (تنگی) سے تو ضرور ہم ہو جائیں گے شکر کرنیوالوں میں سے۔" [20]

1۔ قُراءِ عشرہ کا اختلاف

اس آیت میں (يُنَجِّيكُمْ) میں دو متواترہ قراءات کا تذکرہ ملتا ہے:

1۔ جیم کی تشدید کے ساتھ۔ یہ امام ابو عمرو بصری، نافع، ابن کثیر اور ابن عامر کی قراءت ہے۔

2۔ جیم کی تخفیف کے ساتھ۔ یہ امام حمزہ الکوفی، امام کسائی و دیگر قراء کی قراءت ہے۔[21]

اس آیت میں قراءت کے اختلاف کو شیخ طوسیؒ نے قدرے مختلف الفاظ میں بیان کیا ہے:

قرأ يعقوب "قل من ينجيكم" مخففا. الباقون بالتشديد. وقرأ أبو بكر "وخفية " بكسر الخاء - هاهنا - وفي الأعراف. وقرأ أهل الكوفة الا ابن شاهي "أنجانا" على لفظ الاخبار عن الواحد الغائب، وأماله حمزة والكسائي وخلف... وأما إمالة حمزة والكسائي فحسنة، لان هذا النحو من الفعل إذا كان على أربعة أحرف استمرت فيه الإمالة، لانقلاب الألف ياء في المضارع.[22]

شیخ طوسی کا بیان یہ ہے کہ اس آیت میں یعقوب کے علاوہ سب، منجملہ امام ابو عمرو بصری نے (يُنَجِّيكُمْ) میں جیم کو تشدید کے ساتھ پڑھا ہے۔ ابو بکر نے وَخُفْيَةً میں خا کو مکسور پڑھا ہے؛ جیسا کہ سورہ اعراف میں بھی ایسا ہی کیا ہے۔ ابن شاہی کے علاوہ اہل کوفہ نے (يُنَجِّيكُمْ) کو صیغہ واحد غائب کی صورت میں "اِنجانا" پڑھا ہے اور حمزہ، کسائی اور ان کے پیروکاروں نے یہاں امالہ کیا ہے۔ اور اُن کا یہ امالہ کرنا حسن ہے کیونکہ اس قسم کا فعل جب چار حرفی ہو تو اس میں امالہ جاری رہتا ہے؛ کیونکہ مضارع میں الف، یا میں تبدیل ہو جاتی ہے۔

2۔ معانی قراءاتِ قرآنیہ

قراءات کے معانی، مفاہیم اور مطالب کو کماحقہ بیان کرنے کے لئے امام ابنِ خالویہؒ کی مطلوبہ توضیحات مندرجہ ذیل ہیں:

"قوله تعالىٰ: قُلْ مَنْ يُنَجِّيكُمْ قُلِ اللَّهُ يُنَجِّيكُمْ يقرءانِ بالتشديدِ والتخفيفِ. فالحجةُ لمن شدّد: أنه أخذه من نجى ينجّي وَهُوَ علامة لتكرير الفعلِ، ومداومته. والحجةُ لمن خفف: أنه أخذه من أنجى ينجي. فأما من شدد الثانية وخفف الأولى فإنه أتى باللغتين ليعلم أن القراءة بكلتيهما صواب."[23]

یعنی: اللہ تعالیٰ کا فرمان: (قُلْ مَنْ يُنَجِّيكُمْ، قُلِ اللَّهُ يُنَجِّيكُمْ) کو مشدّد اور مخفّف، دُونوں اعتبار سے پڑھا جاسکتا ہے۔ تشدید کے ساتھ پڑھنے والے کی دلیل ہے کہ وہ اسے "نَجّیٰ، يُنَجِّيْ" کے بابِ تفعیل

سے ماخوذ مانتا ہے۔ اور یہ فعل تکرار اور دائمی ہونے پر دلالت کرتا ہے۔ اور تخفیف کے ساتھ پڑھنے والوں کی دلیل ہے کہ اس نے اسے "اَنجیٰ، یُنْجِیْ" کے بابِ افعال سے ماخوذ مانا ہے۔ اور جو حضرات پہلے کو مخفّف اور دُوسرے کو مشدّد پڑھتے ہیں تو وہ اُن کو دو مختلف لغات کے قبیل سے شمار کرتے ہیں تاکہ معلوم ہو جائے کہ دُونوں قراءت وں کے ساتھ تلاوت کرنا درست تر ہے۔

3۔ تفسیری اثرات

اختلافِ قراءات کے تفسیری اثرات کو بیان کرنے کے لئے علامہ ابو عبداللہ محمد بن احمد القرطبیؒ (المتوفی: ۱۷۶ھ) کے مطلوبہ اقوال کو بوقتِ ضرورت اور بقدرِ ضرورت لانے کی کوشش کی گئی۔ یاد رہے کہ موصوفؒ اختلافِ قراءات میں کافی دسترس رکھتے ہیں:

قَوْلُهُ تَعَالَىٰ: قُلِ اللَّهُ يُنَجِّيكُمْ مِنْهَا وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ، وَقَرَأَ الْكُوْفِيُّوْنَ: "يُنَجِّيكُمْ"بِالتَّشْدِيد،و الْبَاقُوْنَ بِالتَّخْفِيْفِ. قِيلَ: مَعْنَاهُمَا وَاحِدٌ مِثْلُ نَجَا وَأَنْجَيْتُهُ وَنَجَّيْتُهُ. وَقِيلَ: التَّشْدِيدُ لِلتَّكْثِيرِ. وَالْكَرْبُ: الْغَمُّ يَأْخُذُ بِالنَّفْسِ، يُقَالُ مِنْهُ: رَجُلٌ مَكْرُوْبٌ".[24]

ترجمہ: "اللہ تعالیٰ کے فرمان (قُلِ اللَّهُ يُنَجِّيكُمْ) کو اہلِ کوفہ نے تشدید کے ساتھ "يُنَجِّيكُمْ" پڑھا ہے۔ اور باقی قرّاءِ کرام نے تخفیف کے ساتھ پڑھا ہے۔ کہا گیا ہے: دُونوں کا معنی ایک ہے جیسے کہ "نَجَا" اور "أَنْجَيْتُهُ" اور "نَجَّيْتُهُ" ہم معنی ہیں۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ: تشدید، کثرت کا معنی بیان کرنے کے لیے ہے۔ اور الْكَرْبُ کا معنیٰ وہ غم جو نفس کو پکڑ لیتا ہے۔ اسی سے کہا جاتا ہے: رَجُلٌ مَكْرُوْبٌ (غمزدہ آدمی)۔

واضح رہے کہ علامہ القرطبیؒ نے مذکورہ آیتِ مبارکہ کے اختلافِ قراءات کے تفسیری اثرات جو بیان فرمائی: اس کی روشنی میں ہم یہ کہہ سکتے ہیں: در بالا آیت میں دُو مختلف قراءات کا تعلق قراءات سبعہ متواترہ سے ہے، اور ان دُونوں میں صرف مشدد اور مخفف کا اختلاف پایا جاتا ہے۔ اور ایسے اختلاف کی وجہ سے تفسیر میں زیادہ فرق رُونما نہیں ہوتا، البتہ معانی اور مفاہیم آیت میں زیادتی، شدت، کثرت اور تیزی ضرور آجاتی ہے کیوں کہ لغتِ عرب میں کسی بھی کام میں تیزی اور جدت لانا مقصود ہو تو اس کو تشدید کے ساتھ لایا جاتا ہے۔ اور اگر عام طور پر کلام کا مفہوم بیان کرنا مطلوب ہو تو اس کو تخفیف کے ساتھ لانے کو زیادہ پسندیدہ سمجھا جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ مذکورہ آیتِ مبارکہ سے بھی یہی مطلوب اور مفہوم مراد لیئے جائیں گے۔

امام جمال الدین المعروف بابن الجوزی نے اسی اختلاف کو آگے بڑھاتے ہوئے یہ توضیح بیان فرمائی ہے:

"قوله تَعَالىٰ: قُلْ مَنْ يُنَجِيكُمْ قرأ عاصم وحمزة والكسائي وأبوجعفر: قُلْ مَنْ يُنَجِّيكُمْ قُلِ اللَّهُ يُنَجِّيكُمْ، مشدَّدَين. وقرأ يعقوب والقزاز عَنْ عَبْدِ الوارث: بسكون النون وتخفيف

الجيم. قال الزجاج: والمشدَّدة أجود للكثرةِ. وظلمات البر والبحر: شدائدها والعرب تقول لليوم الذي تلقى فيه شدة: يوم مظلم،حتى إنهم يقولون: يوم ذو كواكب،أي: قد اشتدتّ ظلمته حتى صار كالليل."[25]

ترجمہ : "اللہ تعالیٰ کا فرمان:"قُلْ مَنْ يُنَجِّيْكُمْ" کو امام عاصم کوفی، امام حمزہ، امام کسائی اور امام ابو جعفر المدنی نے تشدید کے ساتھ : "قُلْ مَنْ يُنَجِّيكُمْ قُلِ اللَّهُ يُنَجِّيْكُمْ" پڑھا ہے۔ اور امام یعقوب اور قراز نے عبدالوارث سے نقل کرتے ہوئے نون کے سکون اور تخفیفِ جیم کے ساتھ پڑھا ہے۔اور علامہ الزجاج کہتے ہیں کثرت کی وجہ سے تشدید کے ساتھ پڑھنا بہتر ہے۔ اور ظلمات البر والبحر سے مراد، خشکی اور تری کی سختیاں ہیں۔ کیونکہ جس دن میں عرب سختی کا سامنا کریں اسے "یوم مظلم" یعنی تاریک دن کہتے ہیں۔ یہاں تک کہ جس کی سختی بہت بڑھ گئی ہو وہ اُسے "یوم ذو کواکب" یعنی کواکب کا دن (جو کہ رات کے مساوی ہے) کا نام دیتے ہیں۔ یہاں شیخ طوسی کا بیان بھی یہی ہے:

"من ظلمات البر والبحر" ومعناه شدائد البر والبحر، تقول العرب لليوم الذي يلقى فيه الشدّة : يوم مظلم حتى أنهم يقولون : يوم ذو كواكب أي قد اشتدت ظلمته حتى صار كالليل، قال الشاعر:

ابني أسد هل تعلمون بلاءنا　　　　إذا كان يوم ذو كواكب أشهب [26]

4۔ تبصرہ

سورۃ الانعام کی آیت نمبر ۶۳ کو موضوعِ بحث بنایا گیا۔ اس آیتِ کریمہ میں بھی دُو مختلف قراءات کا ذکر کیا گیا ہے۔ اور دُونوں قراءت کا تعلق فعل ثلاثی مزید فیہ سے ہے۔ اور مذکورہ دُونوں قراءت وں کا مفہوم اور مطلب قریب قریب ہیں۔ دُونوں کا مرجع اور اصل ماخذ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ذاتِ مقدسہ کی طرف ہے کہ اصل نجات دہندہ تو وہی ہے اس کے مقابلے میں کوئی دُوسرا ہم سر اور شریک ہر گز نہیں ہے۔

اللہ رحمان جس کو چاہیے معاف فرمادیں اور جس کو چاہیے عذاب دیں اس سے سوال کرنے والا کوئی نہ ہوگا، وہی خالق کل ہے، وہی حی لایموت ہے، وہی رازق ہے، وہی حاکم ہے، ساری کائنات کا نظام اسی کے حکم سے چل رہا ہیں۔ وہ ایسی رازق ہے کہ اپنے ماننے والے اور نہ ماننے والے دُونوں کو یکسا رزق عطا کرتا ہے بلکہ توحیدِ خداوندی کے منکر کو بہت زیادہ رزق عطا کرتا ہے تاکہ اس کے لئے دنیا میں آزمائش بن جائے۔

تیسری آیت

اختلاف قراءات کے تیسرے مبحث میں سورۃ التوبہ کی آیت نمبر ۱۷ کو امام ابو عمرو بصریؒ کی قراءت کے تفسیری

اثرات کے ذیل میں منتخب کر کے موضوعِ بحث بنایا گیا ہے جس کا تعلق کلماتِ قرآنی کے اسمِ واحد اور اسمِ جمع کے قبیل سے ہے:

مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ أَنْ يَعْمُرُوْا مَسَاجِدَ اللهِ شَاهِدِيْنَ عَلٰى أَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ أُوْلَئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ وَفِي النَّارِ هُمْ خَالِدُوْنَ (9:17)

ترجمہ: "نہیں تھا حق مشرکوں کا کہ وہ آباد کریں اللہ کی مسجدوں کو (جب کہ وہ) گواہی دینے والے ہوں اپنے نفسوں پر کفر کی، یہ وہی لوگ ہیں کہ ضائع ہوگئے اُن کے اعمال اور آگ میں وہ ہمیشہ رہنے والے ہیں"۔[27]

1۔ قراءِ عشرہ کا اختلاف

اس آیت میں "مساجد" میں دو قراءات کا ذکر ملتا ہے:

1. مسجد کو واحد کی صورت میں یعنی (مَسْجِدَ اللَّهِ) پڑھا گیا ہے۔ یہ امام ابو عمرو بصریؒ، اور امام ابنِ عامر شامی کی قراءت ہے۔
2. مسجد کو اسمِ جمع کی صورت میں یعنی (مَسَاجِدَ اللَّهِ) پڑھا گیا ہے۔ یہ باقی تمام قرّاءِ عشرہ متواترہ کی مشہور قراءت ہے۔[28] قراءت کے اس اختلاف کو شیخ طوسی نے ان الفاظ میں نقل کیا ہے:

قرأ ابن كثير وأبو عمرو "مسجد الله" على التوحيد. الباقون على الجمع.[29]

یعنی: "ابن کثیر اور ابو عمرو نے اسے واحد کے صیغہ میں "مسجد اللہ" اور باقی قرّاء نے جمع قراءت کیا ہے۔"

2۔ معانی قراءاتِ قرآنیہ

معانی قراءات کو کماحقہ بیان کرنے کے حوالے سے امام القراء والمحققین ابنِ خالویہؒ کا کہنا ہے کہ:

"قوله تَعَالَىٰ: أَنْ يَعْمُرُوْا مَسَاجِدَ اللَّهِ يُقرأ بالتوحيدِ والجمعِ.فالحجةُ لمن وحّد أنه: أراد به: المسجد الحرام. ودليله قوله تعالى:فَلَايَقْرَبُوْا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ.والحجةُ لمن جمع: أنه أراد: جميع المساجد. ودليله قوله تعالى: إِنَّمَا يَعْمُرُ مَسَاجِدَ اللَّهِ. وهذا لاخلف فيه. واحتجوْا أن الخاصّ يدخل في العام، والعام لايدخل فيْ الخاص".[30]

ترجمہ: "اللہ کا فرمان: أَنْ يَعْمُرُوْا مَسَاجِدَ اللَّهِ کو واحد اور جمع دُونوں طرح سے پڑھا گیا ہے۔ اسمِ واحد کے ساتھ پڑھنے والوں کی دلیل یہ ہے کہ اس سے صرف مسجد الحرام مراد ہے۔ اور اس کی دلیل اللہ کا فرمان: فَلَايَقْرَبُوْا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ ہے۔ اور اسمِ جمع کے ساتھ پڑھنے والوں کی دلیل یہ ہے کہ اس سے تمام رُوئے زمین کی مساجد مراد ہے۔ اور اس کی دلیل اللہ کا فرمان: إِنَّما يَعْمُرُ مَساجِدَ اللَّهِ ہے۔

اور اس میں کوئی اختلاف نہیں اور استدلال کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ یہ ایک قاعدہ ہے کہ لفظِ خاص عام میں تو داخل ہوتا ہے اور اصولی طور پر لفظِ عام خاص میں داخل نہیں ہوتا۔"

قراءت کے اِس اختلاف کی روشنی میں آیہ کریمہ کے معنی کے حوالے سے شیخ طوسی کا بیان یہ ہے کہ:

فمن قرأ على التوحيد، قال الحسن أراد به المسجد الحرام وبه قال الجبائي. ويحتمل أن يكون أراد المساجد كلها، لان لفظ الجنس يدل على القليل والكثير. ومن قرأ على الجمع يحتمل أن يكون أراد جميع المساجد. ويحتمل أن يكون أراد المسجد الحرام. وإنما جمع لان كل موضع منه مسجد يسجد عليه. والقراءتان متناسبتان.

ترجمہ: "حسن کا کہنا ہے کہ جس نے مسجد کو واحد کے صیغہ میں قراءت کیا ہے تو اس کی اِس سے مراد، مسجد الحرام ہے۔ اور جبائی کا بھی یہی قول ہے۔ اور یہاں ایک احتمال یہ بھی ہے کہ واحد کے صیغہ سے بھی مراد تمام مساجد ہوں۔ کیونکہ یہ لفظ جنس ہے جو قلیل و کثیر، سب پر دلالت کرتا ہے۔ اور جنہوں نے اسے اسمِ جمع کے صیغہ میں قراءت کیا ہے تو احتمال ہے کہ ان کی مراد سب مساجد ہوں؛ جیسا کہ یہ احتمال بھی پایا جاتا ہے کہ اس کی مراد محض مسجد الحرام ہو اور اِسے جمع کی صورت میں محض اس لئے تلاوت کیا گیا ہو کیونکہ مسجد الحرام کا وہ ہر مقام جہاں سجدہ کیا جاتا ہے، مسجد ہے۔ لہٰذا یہ دونون قراءات مناسب ہیں۔"

خلاصہ یہ کہ خواہ اسمِ واحد والی قراءت ہو یا اسمِ جمع والی دونوں صورتوں میں معانی اور مفاہیم روزِ روشن کی طرح عیاں ہیں: واحد کی صورت میں مسجد الحرام جبکہ اسمِ جمع کی صورت میں دنیائے عالم کی تمام مساجد مراد ہیں۔ یا جیسا کہ شیخ طوسی نے ایک تعلیل بیان کی ہے، اِس صورت میں بھی محض مسجد الحرام بھی مراد لی جا سکتی ہے۔ اور جیسا کہ آپ نے متوجہ کیا ہے، یہاں دونوں قراءات مناسب اور درست ہیں۔

3۔ تفسیری اثرات

قراءات قرآنیہ کے تفسیری اثرات کو دُرست معنوں میں بیان کرنے کے لئے امام المفسرین شیخ طوسی کا کہنا ہے کہ:

وقوله "شاهدين على أنفسهم بالكفر" نصب على الحال، فالشهادة خبر عن علم مشاهد بأن يشاهد المعنى أو يظهر ظهور ما يشاهد كظهور المعنى في شهادة أن لا إله إلا الله. والمعني بذلك أحد شيئين: أحدهما - ان فيما يخبرون به دليلا على كفرهم، لان أنهم يقولون نحن كفار... هذا قول الحسن. والثاني - قال السدي: ان النصراني إذا سئل ما أنت؟ قال نصراني واليهودي يقول انا يهودي وعابد الوثن يقول مشرك فذلك شهادتهم على أنفسهم بالكفر. وقال الكلبي: معناه شاهدين على النبي بالكفر، وهو من أنفسهم.[31]

شیخ طوسی کے بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ "شاهدين على..." کا جملہ حال ہونے کی بنیاد پر منصوب ہے۔ گویا کفار اُس

دن اپنے کفر کا مشاہدہ کر رہے ہوں گے اور خود یہ خبر دیں گے کہ ہم کافر ہیں۔ اس تفسیر کو شیخ طوسی نے حسن کا قول قرار دیا ہے۔ اس کے مقابلے میں سدی کا قول یہ ہے کہ جب نصرانی یا یہودی سے پوچھا جائے گا کہ تیرا تعارف کیا ہے؟ تو وہ جواب دیں گے کہ میں یہودی ہوں یا مشرک کہے گا کہ میں بتوں کی پوجا کرنے والا ہوں۔ تو یہ جواب گویا خود ان کا اپنے کفر کا اقرار ہے۔ اور کلبی کا کہنا ہے کہ وہ نبی کریم ﷺ کی نبوت کے کفر کا اقرار کریں گے۔

ان قراءات کے تفسیری اثرات کو سمجھنے کے حوالے سے یہاں امام المفسرین علامہ القرطبیؒ کے اقوال کو بقدرِ ضرورت لانے کی بھی سعی کی گئی تاکہ مفہوم مطالب سمجھنے میں کوئی غلطی باقی نہ رہے:

"قَوْلُهُ تَعَالىٰ: "مَاكانَ لِلْمُشْرِكِينَ أَنْ يَعْمُرُوْا مَسَاجِدَ اللَّهِ"الْجُمْلَةُ مِنْ"أَنْ يَعْمُرُوْا فِيْ مَوْضِعِ رَفْعِ اسْمِ كَانَ. "شَاهِدِينَ"عَلىٰ الْحَالِ. وَاخْتَلَفَ الْعُلَمَاءُ فِيْ تَأْوِيلِ هَذِهِ الْآيَةِ، فَقِيلَ: أَرَادَ لَيْسَ لَهُمُ الْحَجُّ بَعْدَ مَانُودِيَ فِيهِمْ بِالْمَنْعِ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ، وَكَانَتْ أُمُوْرُ الْبَيْتِ كَالسَّدَانَةِ وَالسِّقَايَةِ وَالرِّفَادَةِ إِلىٰ الْمُشْرِكِينَ، فَبَيَّنَ أَنَّهُمْ لَيْسُوْا أَهْلًا لِذَلِكَ، بَلْ أَهْلُهُ الْمُؤْمِنُونَ. وَقِيلَ: إِنَّ الْعَبَّاسَ لَمَّا أُسِرَ وَعُيِّرَ بِالْكُفْرِ وَقَطِيعَةِ الرَّحِمِ قَالَ: تذكرون مساوينا وَلَا تَذْكُرُونَ مَحَاسِنَنَا". [32]

ترجمہ: "اللہ کریم کا فرمان "مَا كانَ لِلْمُشْرِكِينَ أَنْ يَعْمُرُوْا مَسَاجِدَ اللَّهِ" سے جملہ محلِ رفع میں کان کا اسم ہےشَاهِدِيْنَ حال ہے۔ اس آیت کی تاویل میں علماءِ کرام کا اختلاف ہے، پس کہا گیا ہے: اس سے مراد یہ ہے کہ مسجد الحرام میں آنے سے منع کر لینے کے بعد مشرکینِ مکہ کے لئے کوئی حج قابلِ قبول نہیں ہے۔ واضح رہے کہ بیت اللہ شریف کے امور مثلاً خدمت کرنا، پانی پلانا، اور نیابت کی ذمہ داری ادا کرنا مشرکین کے سپرد تھے، تو یہ بیان کر دیا گیا کہ وہ اس کے اہل نہیں بلکہ اس کے اہلِ اسلام مومن لوگ ہیں۔ اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو (اسلام قبول کرنے سے قبل غزوہ بدر میں) قید کیا گیا تھا، اور انہیں کفر اور قطع رحمی کی عار دلائی گئی تو انہوں نے کہا: تم ہماری برائیاں تو ذکر کرتے ہو اور ہمارے محاسن اور خوبیاں ذکر نہیں کرتے۔"

ابن عباس کے اس جواب پر حضرت علی علیہ السلام نے پوچھا: کیا تمہارے اچھے اعمال بھی ہیں؟ انہوں نے کہا ہاں بیشک ہم مسجد الحرام کو آباد کرتے ہیں، کعبہ معظّمہ کی خدمت اور دربانی کرتے ہیں، حاجیوں کو پانی پلاتے ہیں۔ پریشان اور تکلیف زدہ لوگوں کو رہائی دلاتے ہیں۔ تو یہ آیت اس کے رد میں نازل ہوئی۔ اور تب سے مسلمانوں پر مساجد کے احکام کی تولیّت واجب ہو گئی، اور مشرکوں کو ان میں داخل ہونے سے منع کر دیا گیا۔

اس میں عام قراءت میں یعمر فتحہ اور میم کے ضمہ کے ساتھ ہے یہ يَعْمُرُ اور یہ عَمَرَ يَعْمُرُ سے ماخوذ ہے ابن

السمیق نے یا کو ضمہ اور میم کو کسرہ کے ساتھ پڑھا ہے، یعنی (مشرکین کے لئے نہیں کہ) وہ اسے آباد کرنے والے یا اس کی آبادی اور تعمیر پر معاونت کرنے والے ہوں۔اور "مَسْجِدَ اللَّهِ" واحد کی صورت میں بھی قرأت کی گئی ہے۔اس سے مراد صرف مسجد الحرام ہے۔اور یہ قراءت حضرت ابنِ عباس، سعید بن جُبیر، عطاء بن ابی رباح، مجاہد، ابن کثیر، ابو عمرو، ابن محیصن اور یعقوب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی ہے۔اور باقی قرائے کرام نے "مَساجِدَ اللَّهِ" اسمِ جمع کی صورت میں قراءت کی ہے۔ اور یہی ابو عبید کی پسندیدہ قراءت ہے کیونکہ اعمال اور اخص عام کے تحت داخل ہوتے ہیں۔

4۔ تبصرہ

یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ جمع کی قراءت سے بھی صرف مسجد الحرام ہی مراد ہو۔ ممکن ہے کہ مذکورہ اسم، اسمائے جنس میں سے ہو۔ جیسے کہا جاتا ہے "يَرْكَبُ الْخَيْلَ" اگرچہ وہ سوار تو صرف ایک گھوڑے پر ہوا۔اور اسمِ جمع یعنی مساجد پڑھنا زیادہ درست ہے کیونکہ یہ دُونوں معانی کا احتمال رکھتا ہے۔اور قولِ باری تعالیٰ ہے "إِنَّما يَعْمُرُ مَساجِدَ اللَّهِ" میں جمع کی قراءت پر قراءِ کرام نے اجماع کیا ہے اور یہ امام النحاس کا قول ہے۔

*****

References

1.Muhammad bin Muhammad, Ibn ul Jazri, *Ghayatul Nihayah fi Tabqat al Qurra*, Vol. 1 (Bairut, Maktabah Ibn-e-Taymiyyah, 1351 SH), 292.

محمد بن محمد، ابن الجزری، غایۃ النہایۃ فی طبقات القراء، ج1 (بیروت، مکتبۃ ابن تیمیۃ، 1351ھ)، 292۔

2. Shamsul Din, Ibn ul Jazri, *Al Nashar fi al Qiraat-e-Ashar*, Vol. 1 (Bairut, Al Tajariyah ul kubrah,Tasveer Dar ul Kutub al Ilmiyah, 1380 SH), 109.

محمد بن محمد، ابن الجزری، النشر فی القراءات العشر، ج1 (بیروت، التجاریۃ الکبریٰ، تصویر دار الکتب العلمیہ، 1380ھ)، 109۔

3. Ibn ul Jazri, *Ghayatul Nihayah fi Tabqat al Qurra*, 292.

ابن الجزری، غایۃ النہایۃ فی طبقاتِ القراء، 292۔

4. Abu al Hasan Ahmad, Ibn ul Fars, Muajam Mqais al Lugat, Vol. 5 (Bairut, Dar al Fikr, 1399 SH),78.

ابو الحسن احمد، ابنُ الفارس، معجم مقاییس اللغۃ، ج5 (بیروت، دار الفکر، 1399ھ)، 78۔

5. Husain al Ragib,al Asfahani, *Mufradat fi Ghareeb al Quran*, Vol. 2 (Bairut, Dar al Qalam, 1412 AH), 238.

حسین الراغب، الاصفہانی، *المفردات فی غریب القرآن*، ج2 (بیروت، دارالقلم، 1412ھ)، 238۔

6. Muhammad bin Yaaqoob, Feroozabadi, *Al Qamous al Muheet*, Vol. 1 (Bairut, Muaasisah al Risalah, 1426 AH), 62.

محمد بن یعقوب، فیروزآبادی، *القاموس المحیط*، ج1 (بیروت، مؤسسۃ الرسالۃ، 1426ھ)، 62۔

7. Jalal ul Din, Al Suyuti, *Al Itqan fi Uloom al Quran*, Vol. 1 (Bairut, Al Hayhatul al Misriah lil Kitab, 1414 AH), 52; Muhammad Abdul Aazeem, Al Zarqani, *Manahil al Irfan fi Uloom al Quran*, Vol. 1 (Misr, Matbah Isa al Halbi wa Shurakah, 1390 SH), 7.

جلال الدین، السیوطی، *الاتقان فی علوم القرآن*، ج1(بیروت، الھیئۃ المصریۃ العامۃ للکتاب، 1414ھ)، 52 ؛ محمد عبدالعظیم، الزرقانی، مناہل العرفان فی علوم القرآن، ج1(قاہرہ، مطبعۃ عیسیٰ البابی الحلبی وشرکاہ، 1390ھ)، 7۔

8. Shahabul Din, Al Asqalani, *Lataiful Isharat Lifnoon al Qiraat*, Vol. 1 (Riaz, Majmaa al Malik Fahd, 1434 AH), 170.

شہاب الدین، العسقلانی، *لطائف الاشارات لفنون القراءات*، ج1 (ریاض، مجمع الملک فہد، 1434ھ)، 170۔

9. Muhammad Abdul Aazeem, Al Zarqani, *Manahil al Irfan fi Uloom al Quran*, Vol. 1, 489.

الزرقانی، محمد عبدالعظیم، *مناہل العرفان فی علوم القرآن*، ج1، 489۔

10. Abdul Fattah,al Al-Qazi, *Al Budoorul Zahirah fi al Qiraat al Ashar al Mutawatirah* (Bairut, Darul Kutub al Arabiyah, 1413 AH), 51.

عبدالفتاح، القاضی، *البدور الزاہرۃ فی القراءات العشرۃ المتواترۃ* (بیروت، دارالکتب العربی، 1413ھ)، 51۔

11. Sayed Abul Aala , Mawdodi, *Tarjimah Quran-Majeed* (Lahore, Idarah Tarjimanul Quran, 2014), 341.

سید ابوالاعلیٰ، مودودی، *ترجمہ قرآنِ مجید* (لاہور، ادارہ ترجمان القرآن، 2014ء)، 341۔

12. Muhammad bin Muhammad, Ibn ul Jazri, *Al Nashar fi al Qiraat-e-Ashar*, Vol. 2, 257.

محمد بن محمد، ابن الجزری، *النشر فی القراءاتِ العشر*، ج2، 257۔

13 . Muhammad bin Hassan, Abu Jafar, Alshaykh Altuwsi, *Altibyan fay Tafasyr alquran*, Vol # 4, (Muktab Alaelam alislamiy, biyrut, 1409 AH),108.

محمد بن حسن، ابو جعفر، الشیخ الطوسی، *التبیان فی تفسیر القرآن*، ج4 (مکتب الاعلام الاسلامی، بیروت، 1409ھ)، 108-

14 . Ibid. 109.

ایضا، 109۔

15. Husain bin Ahmad, Ibn Khalwaih, *Al Hujjah fi al Qiraat-e-Saba* (Bairut, Darul Shurooq, 1401 AH), 137.

حسین بن احمد، ابن خالویہ، الحجۃ فی القراءات السبع (بیروت، دارالشروق، 1401ھ)، 137۔

16 . Alshaykh Altuwsi, *Altibyan fay Tafasyr alquran*, Vol # 4, 108.

الشیخ الطوسی، التبیان فی تفسیر القرآن، ج4، 108۔

17 . Ibid.

ایضاً۔

18. Jamalul Din, Ibnul Jawzi, *Zadul Maseer fi Ilm-e-Tafseer*, Vol. 2 (Bairut, Darul Kitab-e-al Arabiyah, 1422 AH), 20.

جمال الدین، ابن الجوزی، زادالمسیر فی علم التفسیر، ج2 (بیروت، دارالکتاب العربی، 1422ھ)، 20۔

19. Muhammad bin Ali, Al Shawkani, *Tafseer-e-Fathul Qadeer*, Vol -2 (Damishq, Dar-e-Ibn Kaseer, 1414 AH), 123.

محمد بن علی، الشوکانی، تفسیر فتح القدیر، ج2 (دمشق، دارابن کثیر، 1414ھ)، 123۔

20. Mawdodi, *Tarjimah Quran-Majeed*, 355.

مودودی، ترجمہ قرآنِ مجید، 355۔

21. Ibn ul Jazri, *Al Nashar fi al Qiraat-e-Ashar*, 258.

ابن الجزری، النشر فی القراءات العشر، 258۔

22 . Alshaykh Altuwsi, *Altibyan fay Tafasyr alquran*, Vol # 4,160-1.

الشیخ الطوسی، التبیان فی تفسیر القرآن، ج4، 160-1۔

23. Husain bin Ahmad, Ibn Khalwaih, *Al Hujjah fi al Qiraat-e-Saba* (Bairut, Darul Shurooq, 1401 AH), 141.

حسین بن احمد، ابن خالویہ، الحجۃ فی القراءات السبع (بیروت، دارالشروق، 1401ھ)، 141۔

24. Muhammad bin Ahmad, Al Qurtubi, *Al Jamia Liahkam-e-Quran*, Vol. 7 (Al-Qahirah, Darul Kutub-e-Misriyah, 1384 SH), 8.

محمد بن احمد، القرطبی، الجامع لاحکام القرآن، ج7 (القاہرۃ، دارالکتب المصریۃ، 1384ھ)، 8۔

25. Jamalul Din, Ibnul Jawzi, Zadul Maseer fi Ilm-e-Tafseer, Vol. 2 (Bairut, Darul Kitab-e-al Arabiyah, 1422 AH), 39.

جمال الدین، ابن الجوزی، زادالمسیر فی علم التفسیر، ج2 (بیروت، دارالکتاب العربی، 1422ھ)، 39۔

26 . Alshaykh Altuwsi, *Altibyan fay Tafasyr alquran*, Vol # 4, 161.

الشیخ الطوسی، التبیان فی تفسیر القرآن، ج4، 161۔

27. Mawdodi, *Tarjimah Quran-Majeed*, 489.

مودودی، ترجمہ قرآنِ مجید، 489۔

28. Ibn ul Jazri, *Al Nashar fi al Qiraat-e-Ashar*, 278.
ابن الجزری، *النشر فی القراءات العشر*، 278۔
29 . Alshaykh Altuwsi, *Altibyan fay Tafasyr alquran*, Vol # 5, 188.
الشیخ الطوسی، *التبیان فی تفسیر القرآن* ج5، 188۔
30. Ibn Khalwaih, *Al Hujjah fi al Qiraat-e-Saba*, 174.
ابن خالویہ، *الحجۃ فی القراءات السبع*، 174۔
31 . Alshaykh Altuwsi, *Altibyan fay Tafasyr alquran*, Vol # 5, 188.
الشیخ الطوسی، *التبیان فی تفسیر القرآن* ج5، 188۔
32. Al-Qurtubi, *Al Jamia Liahkam-e-Quran*, 89.
القرطبیؒ، *الجامع لاحکام القرآن*، 89۔